سفرنامہ شیخ الہندؒ

اسیرِ مالٹا

از

شیخ الحرم مولانا حسین احمد صاحب مدنی

دینی بک ڈپو دہلی

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

1965

قیمت

1969.

تیرہ روپے

سنہ ۱۹۴۷ء

مطبوعہ

علیمی پریس دہلی

دوسری چیزیں خریدتے تھے اور پکا کر کھاتے تھے۔

حلال گوشت کے طریقے

تمام اسراء کے قیام گاہ میں جملہ حیوانات کا سوائے چڑیوں کے پالنا ممنوع تھا۔ ہاں کتے تو البتہ (چونکہ یوروپین لوگوں کی جان اُن سے متعلق ہے) ماذون بہ تھے اور علیٰ ہذالقیاس بڑے جانوروں کا باہر سے لانا اور وہاں ذبح کرنا بھی ممنوع تھا جو لوگ تازہ گوشت حیوان کا چاہتے تھے وہ شہری کا ذبح کیا ہوا آسکتا تھا۔ جو لوگ مُرغی یا کبوتر یا خرگوش منگاتے تھے وہ وہاں سے ذبح شدہ پیٹ کی آلائش صاف کی ہوئی حالت میں آتا تھا۔ اس لئے ہم کو کوئی طریقہ اس کے استعمال کا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ ہم نے آفس سے مراجعت کی اور اپنے مذہبی اعذار کو بیان کیا تو ہم کو بعد دشواریوں کے اس قدر اجازت ہو گئی کہ ہم زندہ مرغ یا کبوتر یا خرگوش منگائیں اور اُس کو سرکاری سپاہی کے سامنے ہی ذبح کرلیں اور پھر صفائی کے قوانین کا پورا لحاظ رکھیں۔ چنانچہ ہم نے اس کی ذمہ داری لی اور اُس کے بعد سے ان زندہ حیوانات کے آنے کی ابتداء ہوئی۔ کچھ دنوں تو یہ ہمارے ہی ساتھ مخصوص رہا پھر اُس کے بعد اور لوگوں کو بھی اجازت مل گئی۔ مگر یہ چیزیں اس قدر گراں تھیں کہ الاماں۔ کبوتر فی عدد ۴ یا ۵ میں پڑتا تھا۔ مُرغی فی عدد ۶ یا ۷ روپے میں پڑتی تھی۔ البتہ خرگوش ۶ یا ۷ یا ۸ روپے میں پڑتا تھا۔ گوشت بھی اُس کا زیادہ ہوتا تھا۔ اسلئے اُسی پر اکتفا کیا گیا۔

ہفتہ میں اوّل اوّل ایک یا دو مرتبہ اس کو کھاتے تھے اور باقی ایام میں دال اور ترکاری وغیرہ سے گذران کرتے تھے۔ ایک خرگوش کو دو وقت کرتے تھے۔ اُس میں آلو یا دوسری ترکاری ڈالتے تھے کبھی کبھی مچھلی منگاتے تھے۔

مگر وہ بھی نہایت گراں آتی تھی۔ تقریباً تین روپیہ یا چار روپیہ سیر معمولی مچھلیاں آتی تھیں۔ اس لئے ہمیشہ اُس کا بھی منگوانا دشوار ہوتا تھا۔

دال کے اقسام

دال وہاں پر مسور کی ملتی تھی۔ مگر کچھ دنوں کے بعد وہ بھی ایک عرصہ تک بند ہو گئی۔ گول مٹر سفید دَلی ہوئی اور بے دَلی ہمیشہ ملتی رہی۔ کبھی کبھی بے دَلے مسور مل جاتے تھے۔ مصری فول بھی ملتے تھے۔ دوسری دالیں وہاں نہیں ملتی تھیں۔ البتہ ہندوستان اور مکہ معظمہ سے پارسلوں میں ماش کی دال دُھلی ہوئی اور بے دُھلی اور بڑیاں وغیرہ آجاتی تھیں۔ جن کو ہم سب نہایت عظیم الشان نعمت سمجھ کر بہت چاہ سے استعمال کرتے تھے۔

ترکاریاں

ترکاریاں حسب موسم اکثر ملتی تھیں۔ البتہ گوبھی کی تینوں قسمیں اور آلو اکثر اوقات میں بکثرت پائے جاتے تھے۔ بھنڈیاں جب بہت سستی ہوتی تھیں تو تین آنہ ۳ درجن بغیر چھانٹے ہوئے ملتی تھیں اسی طرح کدّو دراز اور کدّو سُرخ۔ چقندر، پالک۔ فول کی پھلیاں۔ مٹر کی پھلیاں وغیرہ آتی تھیں۔ مگر نہایت گراں۔ روزانہ ہم کھانوں کے اقسام بدلتے رہتے تھے تاکہ کھانے والوں کو ایک ہی کھانے کی وجہ سے گھبراہٹ اور بدمزگی نہ پیدا ہو جائے سالن عموماً ہم ایک ہی پکاتے تھے۔

کھانے کا طریقہ

روزانہ دو وقت کھانا تیار کیا جاتا تھا۔ صبح کو تقریباً نو بجے اور شام کو تقریباً پانچ بجے چونکہ دیگر رفقاء کھانے کے پکانے سے ناواقف تھے۔ علاوہ ازیں ان کو دیگر مشغولتیں فرصت بھی نہ دیتی تھیں۔ پھر وہ مداومت بھی نہ کر سکتے تھے اور میرا ہمراہ ہونا فقط ادائے خدمت کی غرض سے تھا۔ اس لئے تمام ضروری خدمتوں کے انجام دینے کی

کوشش کرنا میرا فرض منصبی تھا۔ جس کے لیے میں نے مالٹا پہنچتے ہی اپنے آپ کو تیار کیا اور ہر کام کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی۔ جدہ میں یا مصر میں یہ بات کسی طرح ممکن ہی نہ تھی۔ البتہ حجاز میں حتیٰ الوسع میں بھی کوشش کرتا تھا اور دوسرے احباب بھی اعانت کرتے تھے۔ مالٹا میں دوسرے رفقاء نے بسا اوقات معاوضہ کیا اور کاروبار کے بعض و یا اکثر حصّہ کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہا۔ بعضوں نے نوبت مقرر کرنے کی خواستگاری کی مگر میں نے مخالفت کی اور یہی کہا کہ میرے فرض منصبی میں آپ لوگوں کو دخل نہ دینا چاہیئے۔ ہاں جب کبھی ضرورت اعانت ہوگی میں آپ لوگوں کو تکلیف دونگا۔ روٹی عموماً دوپہر کے وقت آتی تھی۔ اُس کا آدھا حِصّہ شام کے وقت صرف ہوتا تھا اور آدھا صبح کے وقت چونکہ بہت بڑی اور موٹی ہوتی تھی۔ اس لیے اُس کو چھری سے کاٹنا پڑتا تھا۔ سالن جو کہ حسب عرض سابق عموماً ایک ہی قسم کا ہوتا تھا۔ ایک بڑے برتن طباق یا لگن میں نکال لیا جاتا تھا اور دسترخوان کے بیچ میں وہ طشت یا طباق رکھدیا جاتا تھا۔ اور اُس کے اِرد گرد روٹیوں کے ٹکڑے کٹے ہوئے رکھے ہوتے تھے۔ اور پھر ہم سب جمع ہو کر کھاتے تھے۔ عموماً دسترخوان پر فقط ہم ہی پانچ آدمی نہیں ہوتے تھے بلکہ دو چار آدمی اور بھی زائد ہوتے تھے۔ کیونکہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت سخاوت اور مہمانداری پر مجبول اور مفطور ہوئی تھی۔ اُن کو جسقدر مہمانداری اور سخاوت میں لطف آتا تھا کسی حال میں نہ آتا تھا۔ اکیلے کھانا اُن کو سخت ناگوار ہوتا تھا یہی حال ہمیشہ اُن کا ہندوستان میں رہا اور اسی وجہ سے وہ ہمیشہ مقروض رہے اور عموماً جائداد اپنی بیچ بیچکر قرضہ ادا کرتے رہے۔ مدرسہ کی تنخواہ اور بیرونی آمدنی اُن کو کبھی کافی نہ ہوئی۔ مہمانداری کی وسعت دیکھکر عموماً اہل دُنیا اور

اصحاب ثروت ونگ رہ جاتے تھے۔ مگر ہمیشہ سے یہ خداوندی کارخانہ جاری رہا۔ علی الصباح اندروں خانہ جھاڑو دینا اور اپنے اپنے بستروں کا درست کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ کیپٹن یا سارجنٹ روزانہ بستروں وغیرہ کو دیکھتا تھا۔ اگر درست نہیں ہوتا تھا تو تاکید کرتا تھا۔ اُس کے بعد ڈاکٹر آتا تھا۔ اور کمروں کے باہر اور اندر مکان کا معائنہ کرتا تھا۔ اسکے بعد چائے بنائی ہوتی تھی۔ مولانا مرحوم کے لیے ڈوانڈے نیم برشت کر کے پیش کیے جاتے تھے۔ اگرچہ اس میں اُنھوں نے بارہا سختی کی اور ناک بھوں چڑھایا کئے مگر خدام کسی طرح اُس کے ترک کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ مولانا کی خوراک بہت کم تھی اور ضعیف العمری کا زمانہ تھا غذا حسب عادت اور طبیعت میسّر نہ ہوتی تھی۔ اسلئے تقویت کیلئے اس کا انتظام ضروری خیال کیا گیا تھا۔ ہندوستان میں بھی اس کا انتظام تھا۔ اُس کے بعد سب ملکر کچھ روٹی کے ٹکڑے کے ساتھ چاء پیتے تھے۔ اس کے بعد کھانا پکایا جاتا تھا جو کہ تقریباً دو گھنٹہ میں تیار ہو جاتا تھا۔ تقریباً نو یا ساڑھے نو بجے صبح کو کھانا کھا لیتے تھے اس کے بعد دوسرا کھانا ظہر کی نماز کے بعد تیار کیا جاتا تھا۔ اور عموماً عصر اور مغرب کے درمیان میں اُس سے بھی فارغ ہو جاتے تھے۔ ہمیشہ دونوں کھانوں کے بعد سادی چاء پی جاتی تھی۔ اس لئے روزانہ تین دفعہ چاء لازمی طور سے پکتی تھی۔ اور اگر کوئی مہمان آجاتا تھا تو وہ دوسری بات تھی۔ شام کا کھانا ایک عرصہ تک اصرار کر کے ڈاکٹر غلام محمد صاحب اور حکیم نصرت حسین صاحب پکاتے رہے اور پھر میں نے اُس کا بھی انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا کبھی کبھی مولوی عزیز گل صاحب یا وحید بھی انتظام کر لیتے تھے۔

روگیٹ کیمپ کا قیام روگیٹ کیمپ میں قیام تقریباً ایک ماہ

لوگوں نے مولانا کے احوال اور اُنکی للاقت پر تھوڑی سی بھی نظر ڈالی ہوگی وہ اُس کو صحیح اور واقعی بات سمجھیں گے۔ وہ ہر ایک کو اپنے سے بڑا اور افضل دیکھتے اور ایسا ہی اُس سے معاملہ کرتے تھے یہ حالت اُن کی طبیعت بن گئی تھی۔ جس میں ذرا بھی تکلف کرنا نہ پڑتا تھا۔

الحاصل یہ شام کے عرب لوگ چونکہ اہل منصب نہ تھے اہل مال نہ تھے اہلِ علم نہ تھے۔ بلکہ عوام الناس میں سے تھے۔ مگر قلوب میں ان کے ایمان تھا۔ دماغ میں اُن کے انکساری تھی۔ سینہ میں ان کے اسلام کا روشن چراغ۔ ان کے جگر میں سادگی اور مذہبی درد تھا۔ اسلئے مولانا مرحوم کو ان کے ساتھ زندگی بسر کرنا لاکھوں اور کروڑوں اصحاب منصب اور دولت کے ساتھ بسر کرنے اور کروڑوں سامانِ راحت جسمانی سے زیادہ تر محبوب اور پسند تھا۔ یہاں پر رُوحانی راحت تھی یہاں پر کوئی تکلف کی حاجت نہ تھی یہاں پر جماعت اور نماز کی پابندی تھی۔ ان لوگوں کو نصیحت کی جاتی تھی دل وجان سے قبول کر لیتے تھے اور شریعت کی پابندی کی کوشش کرتے تھے۔ اس خواہش میں رہتے تھے کہ ہمکو کوئی خدا اور رسول کا حکم اور فرمان معلوم ہو جائے کہ ایمان تازہ ہو۔ پھر اس کیمپ میں اگرچہ نیچے کے درجہ والوں میں رہنا ہوتا تھا مگر کوئی غیر مسلم نہ تھا۔ کیمپ بھی ایک طرف کو علٰحدہ واقع تھا۔ ہر چیز ہم نہایت آزادی سے اسلامی طریقہ پر علانیہ کر سکتے تھے۔

مولانا نے اپنے تشریف لانے کے بعد ہم خدام سے بیان فرمایا اور حکم کیا کہ جن چیزوں کی حاجت ہو اور مناسب معلوم ہو اُس کو لکھو۔ اس لئے ہم نے اگلے دن ایک مفصل عرضی لکھی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ:۔

"ہم لوگ گرم ملک کے رہنے والے ہیں مالٹا نہایت سرد جگہ ہے۔

جس طرح اہل یوروپ کو وسط افریقہ کی گرمی ستاتی اور امراض پیدا کرتی ہے اسی طرح ہم لوگوں کو اس سرد ملکوں کی آب و ہوا مناسب نہیں ہوتی۔ میں (مولانا) چونکہ ضعیف العمر ہوں اور مختلف امراض مزمنہ میں مبتلا بھی ہوں ہمیشہ وطن میں بھی باوجود گرم ملک ہونے کے سردی سے مجھکو بہت زیادہ ضرر پہنچتا تھا۔ اس لئے میں مالٹا کی تکلیف کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ہمیشہ مجھکو اپنی اور اپنے رفقاء کی نسبت یہی خوف رہتا ہے کہ یہاں کی نہایت سرد ہوا سے کسی سخت بیماری کا سامنا کرنا پڑے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جبکہ میں کسی قسم ملاقع میں مجرم نہیں ہوں تو جلد رہا کر دیا جاؤں، اور اگر یہ منظور نہیں ہے تو کم از کم اتنا ضرور ہو جائے کہ مجکو اسارت ہی میں رکھا جائے مگر اپنے وطن ملک ہندوستان میں منتقل کر دیا جاؤں اور اگر یہ بھی نہیں کیا جاتا تو اتنا تو ضرور کر دیا جائے کہ مصر کے ان شہروں میں مجکو رکھا جائے جہاں پر سردی زیادہ نہیں ہوتی۔ تاکہ اسلامی شہر اور گرم ملک ہونے کی بناء پر مجکو مختلف تکالیف کا سامنا نہ ہو۔ مجکو اور میرے رفقاء کو کھانے کی سخت تکلیف ہے۔ ہم گوشت کھانے کے عادی ہیں۔ جس پر طبی حیثیت سے بھی مدار زندگانی شمار کیا جاتا ہے مگر موجودہ گوشت ہمارے مذہب کے بالکل خلاف ہے۔ مالٹا میں اگرچہ زندہ حیوان منگانے کی ہمکو اجازت دیدی گئی ہے۔ مگر وہ اس قدر گراں ہیں کہ ہمارا موجودہ سرمایہ بہت احتیاط سے صرف کرنے میں بھی اکثر خرچ ہو گیا۔ علاوہ اسکے دیگر اشیاء بھی ہماری طبیعت اور عادت کے موافق جس پر ہمارا نشو و نما ہوا ہے یہاں پر میسر نہیں ہوتیں۔ لباس جو اسراء کو ملتا ہے اُس سے بھی ہم نفع نہیں اُٹھا سکتے۔ کیونکہ وہ ہماری وضع کے بالکل خلاف ہے۔ ہمیں ایک سال سے زیادہ ہو چکا ہے فقط دو تین چیزیں ضروری لی ہیں۔ اب تک

ہم اپنا لباس جو ہمارے ساتھ تھا استعمال کرتے رہے۔ مگر اب وہ پرانا ہو گیا ہے اس لیے اُس کا انتظام ہونا چاہیئے ہم کو اس مکان سے بدل کر دوسرے کیمپ میں جانے کی ہرگز خواہش نہیں۔ مگر البتہ ہم کو جو تکالیف ہیں اُن کا دفعیہ کر دیا جائے یعنی پیشاب وغیرہ کے لئے کوئی قریب جگہ جس کو بالفعل بنوا دی جائے اور ہماری آزادی یا انتقال مکانی کے لئے بہت جلد کوئی صورت پیدا کر دی جائے اس عرضی کو عربی اور انگریزی میں لکھوا کر کمانڈار کے پاس بھیج دیا گیا۔ اس سے دو ہی ایک دن پہلے یہ بھی واقعہ ہوا تھا کہ ڈاکٹر نے بلا کر مولانا سے اُن کی صحت وغیرہ کی نسبت پوچھا تھا کہ گورنمنٹ ہند سے حکم آیا ہے کہ آپ کی صحت کی تحقیقات کر کے میں اُس کو اطلاع دوں۔ اُس سے بھی یہ امور کہہ دیئے گئے تھے۔"

اس عرضی کے بعد فقط اتنا معاملہ ضرور ہوا کہ ایک لوہے کا پلنگ اور ذرا اچھا گدہ مولانا کے لئے آیا اور ایک کوٹھری میں جس کا میں نشان پہلے دے چکا ہوں۔ پیشاب کے لئے بالٹی اور چوکی رکھوا دی گئی جس میں شب کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے ہمسایہ پیشاب کرتے تھے باقی امور کی طرف ادنیٰ توجہ بھی نہ کی گئی۔

مسٹر برن کی آمد اس واقعہ کے دو تین ماہ کے بعد آواخر جنوری یا ابتداء فروری ۱۹۱۸ء میں ایک روز ہم سب صبح کو آفس میں بلائے گئے۔ ہمکو کوئی خبر پہلے سے نہ تھی ہم دفتر میں ایک طرف کرسیوں پر بٹھا دیئے گئے کچھ عرصہ کے بعد کمانڈار اور اس کے ساتھ ایک بڈھا انگریز دونوں آئے اور مولانا اور ہم سبھوں سے ہاتھ ملا کر بیٹھ گئے اس نے اردو میں باتیں کرنی شروع کر دی مولوی عزیر گل صاحب نے خیال کیا کہ یہ مسٹر ہے

اس دفتر میں ملازم ہو کر آیا ہے اُس نے جب خطوط اور پارسلوں کی نسبت
سوال کیا تو اُنھوں نے نہایت بے رُخی سے کہا کہ آپ ہم سے کیا پوچھتے ہیں
اپنے دفتر میں دیکھ لیجیے اور اسی طرح اور بھی کچھ اکھڑی اکھڑی باتیں کیں۔ اُس نے
کہا کہ آپ عزیز گل ہیں۔ ان کو اس واقفیت پر تعجب بھی ہوا اور پھر غالباً ان کے گھر
شہر وغیرہ کا بھی ذکر کیا اس وقت ان کا تعجب کچھ زیادہ ہوا اس نے اپنا
ہندوستان سے آنا اور انگلستان کا قصد کرنا بیان کیا اور تھوڑی دیر باتیں
کر کے رُخصت کر دیا۔ مگر حکیم نصرت حسین صاحب مرحوم کو روک لیا اور دوسرے
کمرہ میں لیجا کر ان سے بہت دیر تک باتیں کرتا رہا۔ اور کچھ بیان قلم بند کیا
اُس کا بہنوئی ضلع فتحپور ہسوہ میں کلکٹر تھا۔ اس لیے حکیم صاحب موصوف
اس کے بہنوئی سے بوجہ زمینداری واقفیت بھی رکھتے تھے۔ اس کو بھی تقریب
کا موقعہ اس وجہ سے ملا اُس نے اونہیں باتوں کے متعلق پُوچھا جن کا ذکر
مصر کے اظہار میں آیا تھا۔ مگر اختصار کے ساتھ البتہ حکیم صاحب سے اُنکے
ضلع اور زمینداری اور ہندوستان کے احوال کے متعلق بہت کچھ باتیں کیں
اور اپنے عہدوں کے متعلق بیان کیا اور یہ کہ وہ بالفعل گورنر یو۔ پی مسٹر مسٹن
کا سکریٹری ہے کچھ عرصہ کی رُخصت لے کر انگلستان کو جا رہا ہے جب
حکیم صاحب وہاں سے واپس ہوئے تب حقیقت کی اطلاع ہوئی شام
کو دو بجے کے بعد مولانا مرحوم کو بلایا اور انہیں معمولی باتوں کی نسبت پوچھا جن
کا ذکر مصر میں مولانا سے ہو چکا تھا۔ مولانا نے اسی قسم کے جواب دیئے البتہ
نئی بات ہندوستان کی نسبت دریافت کی اس نے کہا ہندوستان دارالحرب
ہے یا دارالاسلام۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علماء نے اس میں اختلاف
کیا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ میرے نزدیک

دونوں صحیح کہتے ہیں۔ اس نے تعجب سے کہا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے مولانا نے فرمایا کہ دار الحرب دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اور حقیقت میں یہ دونوں اُس کے درجات ہیں جن کے احکام جُدا جُدا ہیں ایک معنی کی حیثیت سے اس کو دار الحرب کہتے ہیں اور دوسرے کے اعتبار سے نہیں کہہ سکتے۔ اس نے اسکی تفصیل پوچھی۔ مولانا نے فرمایا کہ دار الحرب اُس ملک کو کہتے ہیں جس میں کافروں کی حکومت ہو اور وہ اس قدر با اقتدار ہوں کہ جو حکم چاہیں جاری کریں اس نے کہا کہ یہ بات تو ہندوستان میں موجود ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ ہاں اس لئے ہندوستان ضرور دار الحرب ہے۔ اس نے کہا کہ دوسرے معنی کیا ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ جس ملک میں علانیہ طور پر شعائر اسلام اور احکام اسلامیہ کے ادا کرنے کی ممانعت کی جاتی ہو یہ وہ دار الحرب ہے کہ جہاں سے ہجرت واجب ہوتی ہے (اگر استطاعت اصلاح نہ ہو) اُس نے کہا کہ یہ بات تو ہندوستان میں نہیں مولانا مرحوم نے فرمایا کہ ہاں جس نے دار الحرب کہنے سے احتراز کیا غالباً اس نے اسی کا خیال کیا ہے وہ چپکا ہو گیا اور لکھ لیا علاوہ اس کے اس نے وہاں مالٹا کی کیفیت وغیرہ دریافت کی مولانا نے وہاں کی سردی وغیرہ کا ذکر فرمایا اُس نے مزاجی حالت دریافت کی اور یہ کہ یہاں کی آب و ہوا سے آپ کی صحت پر کیسا اثر ہے۔ اس کی نسبت بھی مولانا نے مختصر کیفیت تخالف ہوا اور موسم اور اپنی سن رسیدگی اور ضعیف العمری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر مجکو قید رکھنا ہے یا نظر بند رکھنا ہے تو ہندوستان میں پہنچا کر یا دیوبند میں رکھ کر جسقدر چاہو مجھپر جو کچھ پہرے مقرر کر دو یا وہاں ہی کسی دوسرے مقام پر نظر بند کر دو مگر یہاں کی موجودہ حالت تو طبی اور میری صحت کی حیثیت سے کسی طرح موزوں نہیں۔ اُس نے ان سب باتوں کو لکھ لیا۔

اسی طرح روزانہ صبح وشام اور دوسروں کے بیانات لئے۔ میں (کاتب الحروف) نے حسب عادات اس بیان میں بھی زمین آسمان کے قلابے ملائے اور پھر مالٹا کی غذاؤں اور سامان رسد اور آب وہوا اور موسم اور کپڑوں کی نسبت تو بہت ہی شکایتیں کیں اور پھر یہ بھی کہا کہ ہم کو تقریباً ڈیڑھ ہزار یا سوا ہزار روپیہ فقط اپنی جیب سے خرچ کرنا پڑا ہے ہمارا نقد بالکل ختم ہونے پر آگیا ہے ہم ہر چند کفایت شعاری کرتے ہیں۔ مگر اخراجات کی کثرت اور عدم موافقت غذا وغیرہ سے ہمکو یہاں سخت تکلیف ہے اور نہایت افسوس ظاہر کیا کہ گورنمنٹ نے ہمارے ساتھ یہاں بیجگہ اس قدر تو ظالمانہ سلوک کر ہی رکھا ہے اور پھر بھی ہماری ضروریات اور صحت طبعی کی طرف ادنیٰ درجہ کی بھی خبر گیری نہیں کرتی ہمارے ساتھ مصری قید ہیں گورنمنٹ مصر اُن کے اہل وعیال کیلئے ۱۰-۱۰ بارہ، بارہ پونڈ اور بعضوں کے لئے اس سے زیادہ ماہوار خرچ دیتی ہے۔ ان میں سے بہتوں کے لئے یہاں پر بھی خرچ آتا ہے۔ میرے بھائی ٹرکی کے یہاں اِڈریانوپل میں نظر بند ہیں مگر ان کو چھ چھ پونڈ ماہوار ٹرکی حکومت دے رہی ہے ان کو قلعہ میں رکھ رکھا ہے۔ دن بھر تمام شہر اور ملحقات شہر میں پھرنے کی اجازت ہے اور جیب سے اہل وعیال ان کے پاس آگئے ہیں۔ ان کے ہر ایک عورت اور بچے کی بھی اسی حساب سے تنخواہ مقرر ہو گئی ہے اُس نے اسکی تصدیق سے انکار کیا میں بھائی صاحب کے خط کو جو کہ اِڈریانوپل سے کچھ ہی عرصہ پہلے آیا تھا) لے گیا تھا اسکو جیب سے نکال کر دکھلانا چاہا اور کہا کہ دیکھئے اس خط میں عربی میں یہ صاف لکھا ہوا ہے اس نے عربی جاننے سے انکار کیا اور کہنے لگا کہ انھوں نے اپنے آفیسر کے اثر سے یہ کہدیا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ بقول شاعر[1] اذا ساء فعل المرءِ ساءت ظنونہ برٹش گورنمنٹ اپنے ہی

---

[1] جب آدمی کے اعمال بد ہوتے ہیں تو اسکے خیالات دوسروں کے ساتھ بھی ویسے ہی بُرے ...

جیسا سمجھوں کو سمجھتی ہے یہ کہنے لگا کہ وہ تو کھانے کو نہیں دے سکتے۔ ہمارے اسیروں کے ساتھ اور ایسا برتاؤ انھوں نے کر رکھا ہے اور اس قدر آدمی وہاں مر گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ خبر غیر واقعی آپ کو پہنچی ہے۔ یہاں پر خطوط وہاں سے لوگوں کے آرہے ہیں ٹائمز میں لندن سے انگریزی اسراء کے احوال خطوط وغیرہ سے چھپکر آچکے ہیں وہ نہایت شکریہ کے الفاظ لکھتے ہیں وہاں پر سیاسی اسراء تو درکنار جنگی اسراء بھی کانٹے دار تاروں میں قید کر کے نہیں رکھے گئے۔

ٹرکی میں اسراء کی حالت

اور حقیقت میں بھی یہی تھی کہ ٹرکی میں جو اسراء کو رعایت اور آزادی تھی انگریزی حکومت نے اس کا آدھا تہائی بھی نہیں کیا بلکہ ابتدائے جنگ میں تو برطانیہ نے ترکی اسیروں کے ساتھ جو کہ عراق وغیرہ میں پکڑے گئے تھے۔ نہایت بُرا سلوک کیا آفیسروں اور بڑے رُتبہ والوں کے ساتھ مجرمانہ اور معمولی قیدیوں کا سا برتاؤ کیا۔ مگر جب ودہ دانیال وغیرہ میں شکستیں ہوئیں اور ان کے بھی اسیر پکڑے گئے اسوقت سے کچھ ہوش آیا اور حقوق اسارت کا خیال ہوا۔ پہلے تو جب اسیر افیسروں نے اپنے حقوق کا حسب قوانین دول مطالبہ کیا تھا تو یہ کہتے تھے کہ تمہاری حکومت مفلس اور دو چار دن کی ہے ہم اگر تم پر خرچ کریں تو کس سے وصول کریں گے جو اسراء عراق ہندوستان سے مالٹا آئے تھے ان سے جملہ احوال تفصیلی معلوم ہوئے تھے میری خود ان لوگوں سے ملاقات ہوئی جن کے زیر تحویل اسراء انگریزی تھے۔ اور پھر جملہ احوال کی تفصیلی کیفیت سُننے میں آئی۔ بعض انگریز اسراء جو کہ انگلستان کے رہنے والے تھے اور ان کی ملاقات پہلے سے اشرف بیگ اور بعض دیگر افسروں سے تھی وہ چھوٹنے کے بعد مالٹا ہوتے ہوئے انگلستان گئے تھے اور ملنے کے واسطے اسارت گاہ میں آئے تھے

انہوں نے اپنے اور دیگر اسراء کے معاملات نہایت شکریہ اور استحسان کے الفاظ میں بیان کئے تھے یہ انگریز استنبول میں تجارت کرتا تھا۔ ایام جنگ میں اسیر ہو گیا تھا۔ اس نے مالٹا کے اسراء کی حالت دیکھ کر ٹرکی کے اسراء کی حالت کو بدرجہا ترجیح دی اور گورنمنٹ ٹرکی کی انسانیت اور ہمدردی کی بہت تعریف کی۔

برٹش گورنمنٹ نے اپنی قوت کے گھمنڈ اور اپنی سیاست کے خوف کی وجہ سے اسراء سے وہ معاملات بھی نہ کئے جو بین الدول ہمیشہ سے مقرر کرتے چلے آتے تھے۔

یورپ کی عادت ہے کہ کمزور کو قانون کی پابندی کراتا ہے بلکہ قانون کے مجمل الفاظ کو نئے نئے معنے پہناتا ہوا حسب خواہش عمل کراتا ہے بسا اوقات انسانیت اور حقوق و عدالت کی ایسی کارروائیاں تراشتا ہے جن کا کبھی وہم و گمان بھی نہ ہوتا تھا۔ ان کو فوق القانون قرار دیکر کمزور حکومت سے عملدرآمد کراتا ہے اور جب عمل کی باری آتی ہے اور خود میں قوت دیکھتا ہے تو سارے قانون دھرے رہجاتے ہیں اور بے وجہ اور کبھی بلاوجہ تراشیدہ وغیر واقعہ انواع واقسام کے مظالم اور بے قاعدگی برتتا ہے۔

یورپ کا واقعی تمدن، اصلی تہذیب، حقیقی قانون۔ نفس الامری عدل۔ فقط قوت ہے اس کا اصلی مذہب "جس کی لاٹھی اُس کی بھینس" ہے جو قوم غیر یورو پین اور غیر مسیحی ہو وہ اگر کمزور ہے تو ہر طرح وحشی اور غیر متمدن ہے اُس کے ساتھ ہر طرح کے مظالم جائز ہیں۔ پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ نئی نئی منطقیں گھڑ کر جملہ اعمال بد کو قاعدہ عدل و انصاف میں داخل کر دیتا ہے اس کے یہاں حلف وعدہ اور نقض عہود کوئی عیب نہیں بلکہ کمال ہے۔ اس کی نظروں میں جو شخص زیادہ مکار زیادہ فریبی زیادہ

دھوکہ دینے والا، زیادہ جھوٹ بولنے والا ہے۔ وُہی زیادہ پالیٹکس اعلیٰ درجہ کا سیاسی نہایت عقلمند ہے۔ اس کا اصل اُصول یہ ہے کہ دوسری اقوام کی مبادی زندگی، لوازمات حیوٰۃ، اسباب جملہ کمالی وجوہ ترقی کو اپنی قوم اپنے ملک پر قربان کرا دینا اور اس مقصود کے لئے ہر ممکن صورت کو عمل میں لانا اہم ترین فرائض اور سب سے بڑی انسانیت سمجھتا ہے۔ دوسری اقوام خواہ اپنی زندگانی سے محروم ہو جائیں مگر اپنا اُلو تو سیدھا ہونا ضروری ہے۔ اگر دیگر اقوام پر کسی درجہ میں رحم کھاتا ہے تو اسی دن پر اُنکو باقی رکھنا چاہتا ہے کہ ذلیل و خوار ہو کر گندگی کی زندگی بسر کرتے ہوئے غلامی میں سرگرم رہیں۔ اُس کی چھین کھسوٹ غرباء اور کمزور طبقہ پر اغنیاء اور ذی ثروت طبقہ سے زیادہ ہے۔ اُس کی بھینٹوں پر چڑھنے والے دو چار نہیں ہوتے بلکہ تمام قوم اور جملہ افراد ملک کو اُس کے ہر مقصد پر نثار ہونا ضروری ہے۔ وہ اپنی ضرورت کے وقت گدھے کو باپ بنانا لازمی سمجھتا ہوا اُس کو فخر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ضرورت کے پورے ہو جانے کے بعد طوطا چشمی کرنا اعلیٰ درجہ کی انسانیت اور کمال خیال کرتا ہے۔

اعلیٰ اور ادنیٰ اہل سیاست اور اعلیٰ درجہ کے نوجیوں کو کالے دارزنداں میں بند رکھنا ان پر شب و روز سنگینی پہرے قائم کرنا انکی جسمانی اور روحانی آزادی بالکل سلب کر دینا اُن کے احوال اور مرتبہ اور عادت کے موافق سامان راحت ایام اسارت میں بہم نہ پہنچانا وغیرہ وغیرہ قانون دول کے مطابق طرح جائز نہ تھا۔ ترکی نے حسب قوانین دول و لوازمات انسانیت بہت زیادہ حقوق دیئے۔ مگر بدنصیب ترکی ایشیائی تھا۔ یوروپین نہ تھا مسلم تھا مسیحی نہ تھا۔ کمزور تھا قوی نہ تھا۔ اس کی بھلائیاں بھی برائیاں ہو گئیں اُس کی مراعاتیں بھی مظالم ہو گئیں۔ اس نے دوسری دول کے اسراء

کے ساتھ وہ معاملات کئے جو کہ اپنے قومی بچوں اور شاہی فوجیوں اور افسروں کے ساتھ نہ کئے گئے تھے مگر وہ خطا وار نکلا۔ برٹش نے سب کچھ کیا مگر وہ سب اچھا اور بھلا رہا۔ مصر میں ترکی فوجیوں کے ساتھ جو جو کارروائیاں کی گئیں ہیں۔ جن کو میں نے اپنے کانوں سے سُنا ہے اُن کو معلوم کرکے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں پھر بالخصوص ارمنی ڈاکٹروں پر رکھے جاتے تھے۔ جن کو ایک تو پہلے سے ترکوں سے سخت دشمنی تھی ہی اور پھر بھر کائے جاتے تھے۔ اُن کی ہر طرح امداد کی جاتی تھی۔ پھر کچھ نہ پوچھئے کہ انھوں نے ترکی کے بے زبان سیدھے سادے مسلمان سپاہیوں پر کیا کیا مظالم ڈھائے ہیں۔ میں جب خیال بھی کرتا ہوں تو خداوند جل وعلا کے حلم اور استغنا پر تعجب ہوتا ہے۔ میں سمجھ سکتا کہ کیوں زمین نہیں پھٹ جاتی۔ آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا یہ قطعہ یورپ کا کس زمین پر قائم ہے یہ ظالم درندے کبتک خداوندی ڈھیل میں سر چڑھتے رہیں گے اور کب تک مخلوقات خداوندی کا خون اُن تیز و سخت کچلیوں کا شکار بنتا رہے گا۔

اے اللہ اپنے کمزور بندوں کا حامی اور مددگار بن اے پروردگار اپنے سچے دین اور حقیقی مذہب کی خبر گیری کر اے خدا ہماری اصلاح فرما اور ہمارے دشمنوں کا نام نام ونشان روئے زمین سے اُسی طرح مٹا دے جس طرح تو نے فرعون، ہامان قارون، نمرود، شداد کا نام ونشان گم کر دیا۔ آمین یارب العالمین۔

میں نے مسٹر بن سے ہندوستان کے سیاسی اسیران کا حال بھی ذکر کیا کہ مجھکو معلوم ہوا ہے کہ گورنمنٹ اُن کے دو دو سو اور تین سو روپے ماہوار سے خبر گیری کرتی ہے۔ اُس نے اقرار کیا مگر بڑی مقداروں کا انکار کیا۔ اُس نے مولانا مرحوم سے یہ بھی کہا تھا کہ آپ اپنے اہل وعیال کی طرف

سے فکر نہ فرمائیں۔ حکیم عبدالرزاق صاحب اُن کو پچاس روپے ماہوار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ نہایت شرم کی بات انگریزی گورنمنٹ کے لئے تھی۔ قانوناً یہ فریضہ گورنمنٹ کا تھا چنانچہ حکومت مصریہ ترکیہ وغیرہ نے اس قاعدہ کی مراعات رکھی تھی۔ ہمارے بیانات اُس نے لکھے اور کہا کہ میں ان کاغذات کو پارلیمنٹ میں پیش کرونگا۔ میں کوئی صورت آپ کے لئے نہیں کرسکتا۔ پھر مولوی عزیز گل صاحب کا بھی بیان لیا اور ان سے سرحدی اخباریں وغیرہ پوچھیں مگر اُنھوں نے حسب عادت سختی ہی سے جواب دیا۔ اُس نے جہاد کی نسبت بھی ان سے پوچھا اُنھوں نے جواب دیا کہ آپ مجکو مسلمان سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اُس نے کہا کہ ہاں۔ کہا کہ پھر کیا آپ کا خیال ہے کہ کوئی شخص بغیر قرآن کی تصدیق کیے ہوئے اور اُس کے تمام حصوں کو مانے ہوئے مسلمان ہوسکتا ہے۔ اُس نے کہا کہ نہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ پھر اس کے کیا معنے کہ آپ مجھ سے ایسی بات پوچھ رہے ہیں جسکو آپ خود جانتے ہیں کہ قرآن میں مذکور ہے۔ اسی طرح کی بہت سی باتیں ہوئیں۔

حکیم نصرت حسین کی شفاعت

سبھوں کے بیانات لکھنے کے بعد اُس نے حکیم نصرت حسین صاحب کو بلایا اور اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد یہ کہا کہ میں تم پر کوئی الزام نہیں پاتا اور تم کو چھوڑ سکتا ہوں۔ ہندوستان آپ ابھی جاسکتے ہیں۔ اُسی کے قریب ان سے بہاؤالدین انسپکٹر سی۔ آئی۔ ڈی نے جدہ میں بھی کہا تھا مگر اُنھوں نے اُسوقت بھی اکیلے چھوٹ جانے کی مخالفت کی تھی اور اب بھی کی اور کہا کہ ہم سبھوں کو چھوڑنا چاہیئے۔ اُس نے جواب دیا کہ یہ میرے اختیار میں نہیں مگر

تمہارا رہا کرنا میرے اختیار میں ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں مولانا کو چھوڑ کر اگر ہندوستان چلا بھی گیا تو تمام ہندوستان والے مجھکو کھا جائیں گے اور کہیں گے کہ تم مولانا کو پھنسوا کر اکیلے چلے آئے۔ میں اکیلا ہرگز نہیں جانا چاہتا۔ وہاں سے لوٹ کر جب آئے اور واقعہ بیان کیا تو مولانا اور سبھوں نے بہت اُن کو سمجھایا اور زور دیا کہ آپ ہندوستان اکیلے جانے پر راضی ہو جایئے اور چلے جایئے، مگر انھوں نے ایک بھی نہ مانی مولانا مرحوم نے یہ بھی فرمایا کہ آپ وہاں جا کر ہماری خلاصی کی کوششیں کر سکتے ہیں۔ مگر یہاں تو ہماری طرح سے آپکے بھی ہاتھ بندھے ہوئے پڑے ہیں۔ مگر اُن کی سمجھ میں یہ نہیں آیا اور پھر تیسری مرتبہ جب وہ سخت بیمار ہوئے تب بھی مولانا مرحوم نے ان کو کہا اور زور دیا کہ تم اپنی تبدیلی آب و ہوا کی درخواست دیدو، انھوں نے جواب دیا کہ موت اور حیات خدا کے ہاتھ میں ہے میں آپ سے جدا نہیں ہو سکتا۔ خداوند کریم اُن کی مغفرت فرمائے نہایت مستقیم اور ایمان دار شخص تھے۔

نقد کا بجائے رسد مقرر ہونا

مسٹر برن نے کوشش کی کہ ان لوگوں کو روزانہ ½1 شلنگ اور مولانا مرحوم کو تین شلنگ دیا جایا کرے اور علاوہ اسکے روٹی (ہمارے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم روٹی نہیں پکا سکتے گورنمنٹ کی روٹی لیں گے۔ کوئلہ، شمع، صابون، حسب عادت سابقہ ملنے کا حکم جاری کر دیا اور یہ کہا کہ ماہوار اُن سے فیض الوصول پر دستخط کرا کر ہندوستان بھیجدیا کرو وہاں سے .... آتا رہیگا۔ کپڑوں کے واسطے بھی اُس نے کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کچھ دنوں کے بعد ہمارے پاس ..... کچھ نمونے کپڑوں کے بھیجے گئے کہ جن کپڑوں کو تم چاہو پسند کرلو۔ چونکہ وہ بہت ہی گھٹیا تھے۔ مولوی) عزیز گل صاحب

نے اُن کو واپس کر دیا اس کے کچھ عرصہ کے بعد اوّل سے کچھ بڑھیا نمونے آئے۔ اُس میں سے ایک نمونہ پسند کیا گیا اور اُس سے ہر ایک کیلئے ایک پاجامہ ایک صدری ایک اچکن یا لانبا کوٹ بنوا دیا گیا۔ مگر آخر میں مولانا مرحوم کے لئے کپڑا کافی نہ ہوا، کیونکہ درزی نے جو تخمینہ کر کے بتایا تھا وہ قطع کرنے کے بعد ناکافی معلوم ہوا۔ جب آفس سے طلب کیا گیا تو آفس نے امروز فردا میں بالکل ٹال دیا۔ اُس کے بعد آخر تک پھر نہ گرمیوں کا نہ جاڑوں کا کپڑا بنوایا گیا۔ البتہ جو کپڑے معمولی تھے ان میں سے تولیہ۔ پیروں کے بنیائن، کرتہ، رومال۔ موزے، سلیپر، ہم لیتے رہے۔ مگر کوٹ، پتلون وغیرہ مثل سابق ہم رد کرتے رہے مسٹر برن نے سردی کی شکایت کی بنا پر جاڑوں کے لئے کوئلہ کی زیادہ مقدار مقرر کرا دی۔ جس سے ہم اپنے کمرے کو روزانہ گرم کر سکتے تھے۔ اخیر میں وہ ہماری قیام گاہ کو دیکھنے کے لئے خود آیا اور کمرہ کو اندر باہر سے دیکھا اور مولانا سے نہایت ادب اور تپاک سے پیش آکر مصافحہ کیا اُس وقت مولانا ترجمہ قرآن لکھ رہے تھے۔ اُس کو دیکھا پھر میز پر جتنی کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ ان کو دیکھا ان کے نام پوچھتا رہا۔ آن کے فنون سے بھی واقفیت حاصل کی اُس کے بعد کہا کہ میں اب انگلستان چلا جاؤنگا۔ میں نے آپ سب لوگوں کے لئے ایسا اور ایسا انتظام کرا دیا ہے۔ اور پھر مصافحہ کر کے چلا گیا۔ فارسی اچھی طرح جانتا تھا۔ کانوں میں اُس کے ثقل تھا باتیں نلکی لگا کر یا زور سے سنتا تھا۔ اگلے روز کمان دار نے مولانا مرحوم کو مع رفقاء کے بلایا اور کہا کہ مسٹر برن نے آپ کے حق میں خاص طور سے ہمکو فہمائش کی ہے اس لئے ہم آپ کو اطلاع دیتے ہیں کہ آپ کے لئے اب سے نقد مقرر ہوگا اور آپ کی خاص رعایتیں کی جائینگی۔ جب کبھی کوئی ضرورت ہو

ہو آپ ہمکو اطلاع دیتے رہیں۔
اُسوقت سے ہماری رسد بالکل بند ہو گئی اور تقریباً پندرہ سولہ دن کے بعد ۲۰ر فروری ۱۹۱۸؁ء روز چہارشنبہ سے نقد ملنے لگا اُس روز سے ہمکو اپنے مصارف میں آسانی ہو گئی یہ مقدار اگرچہ باعتبار مالٹا کی گرانی کے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ مگر پہلی سختیوں کے حساب سے بہت ہی غنیمت معلوم ہوئی اُس وقت ہمارے پاس تقریباً ستائیس پونڈ باقی تھے۔ مولانا مرحوم نے حکم فرمایا کہ ہم نہیں چاہتے کہ مقدار معینہ ماہانہ میں سے کچھ بچے اُس کو صرف کر دو اور بہ نسبت پہلے کے توسیع پر تو تمہاری حسن انتظامی اس میں نہیں سمجھتا کہ اس میں سے بچاؤ۔ ہاں یہ ضرور حسن انتظام میں شمار کرونگا کہ اصلی سرمایہ یعنی ستائیس پونڈ تم محفوظ رکھو کہ آئندہ کسی ضرورت کے وقت کام میں آئے اس پر توسیع کے متعلق رفقاء نے اس قدر پیر پھیلانا چاہا کہ اس مقدار میں کبھی پورا پڑنا مشکل ہو گیا۔ ہو گیا ادھر اس کی خبر ہندوستان لکھی گئی۔ مگر اس کے ساتھ غالباً وحید نے یا میں نے لکھدیا کہ اگرچہ یہ مقدار بہت سی مشکلات سے رہائی کا سبب بن گئی ہے۔ مگر مالٹا کی گرانی سخت سے سخت ہے۔ ایک انڈا ان دنوں چار آنہ اور مرغی چھ روپیہ کو اور اسی طرح دیگر اشیاء ہیں۔ اس کی بناء پر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ مرحومہ نے غالباً گورنر یو۔پی کے پاس عرضی بھیجی کہ جو مقدار مولانا کے لئے مقرر کی گئی ہے وہ مالٹا کی گرانی کی وجہ سے کافی نہیں ہے۔ اس لئے یا تو تم خود ان کے لئے کافی مقدار پہنچاؤ یا ہم کو اجازت دو اور انتظام کر دو۔ ہم یہاں سے نقد روانہ کر دیں وہاں سے جواب آیا کہ تم فکر مت کرو۔ ہم خود انتظام کریں گے وہاں سے حکم مالٹا میں زیادتی کا پہنچا کمانڈنس نے مولانا اور کاتب الحروف کو طلب کیا اور مصارف کی قلت کی نسبت دریافت کیا

ہم نے جواب دیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ انسان کا مدارِ زندگی گوشت پر ہے جسکو اہل یوروپ تسلیم کرتے ہیں ہم یہاں کی گرانی کی وجہ سے بہت زیادہ کفایت کرتے ہوئے ہفتہ میں فقط تین دن گوشت کھا سکتے ہیں۔ گھی یہاں ملتا نہیں بجائے اس کے زیتون کا تیل استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی بھی ایک بوتل چھ شلنگ (للعہ) میں آتی ہے جو کہ بمشکل تمام ہمکو دو دن کو کافی ہوتی ہے۔ اور بعض کھانوں میں تو ایک بوتل ایک دن میں خرچ ہو جاتی ہے شکر ۱۱ر پونڈ ہے اسی طرح جملہ اشیاء کی حالت ہے اس لئے اسوقت سے فی کس دو شلنگ یومیہ کر دیئے (واضح ہو کہ شلنگ ۱۲ر کا ہوتا ہے۔

مسٹر برن کے لائے ہوئے خطوط

مسٹر برن کے جانے کے تقریباً ایک ماہ یا کچھ زیادہ دنوں کے بعد لندن ہوتے ہوئے بہت سے خطوط آئے جن میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم، مولانا خلیل احمد صاحب۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مولانا حافظ محمد احمد صاحب، مولانا حکیم محمد حسن صاحب اور دیگر اعزہ اور احباب کے خطوط تھے۔ سب نے بتاکید لکھا تھا کہ مسٹر برن چیف سکرٹری مسٹن گورنر یو۔پی جاتے ہیں۔ ہم آپ سے خواہش مند ہیں کہ آپ اُن کی پیش کردہ شرائط کو قبول فرماکر بہت جلد ہندوستان تشریف لائیں ہرگز اُن کے مطالیب کو رد نہ فرمائیں۔ ہماری استدعا پر گورنمنٹ نے یہ صورت قبول کی ہے۔ اس قسم کی باتیں اور یہی مضمون سب میں تھا۔ اُسوقت حقیقت مسٹر موصوف کے آنے کی معلوم ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حسب اشارہ احباب نے ایک وفد علماء کا گورنمنٹ کے پاس مولانا کی رہائی کے لیے پیش کیا تھا۔ جس کی وجہ سے مسٹر برن موصوف مالٹا میں اُترے ہیں اور اُن کو خطوط بھی لائے ہیں۔

مگر غالباً کسی سیاسی غرض سے ان خطوط کا یہاں دُنیا متعین نہ سمجھا گیا بلکہ وہاں پہونچنے پر بھیج دیئے گئے۔

اس کے بعد بعض امور میں ہماری خاص خاص رعایتیں کی گئیں۔ مثلاً ایک زمانہ میں شکر بازار میں نہیں تھی۔ اس لئے تمام اسراء کو سخت تکلیف ہو گئی تھی ہم نے آفس سے مراجعت کی اُسے خاص طور سے انتظام کر دیا جس کی بنار پر قیمت سے ہم کو شکر مل جاتی تھی اسی طرح ظہر کے بعد سیر کے لئے دوسرے کمپوں میں جانے کی بھی ہفتہ میں تین دن کی اجازت ہو گئی۔ جسکو میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔

مولوی عزیر گل صاحب کا اشتغال

مولوی عزیر گل صاحب مختلف اوقات میں اعمال سلوک تعلیم کردہ حضرت مولانا مرحوم میں مشغول رہتے تھے۔ اور پھر کچھ وقت قرآن شریف کے یاد کرنے میں بھی صرف کرتے تھے اُنھوں نے زبان ترکی کے سیکھنے کی طرف بھی توجہ کی اور تھوڑے ہی دنوں میں بحمد اللہ اچھی خاصی ترکی زبان بولنے لگے۔ اُس کے بعد انگریزی زبان کی طرف متوجہ ہوئے مگر سوء بخت یا خوش نصیبی نے اُس میں دستگیری نہ کی۔ ان کو حسب خواہش کوئی اُستاد نہ ملا اور کچھ عدم استقلالی بھی اس فن کے کمال سے مانع ہوئی۔ قرآن شریف کی طرف توجہ بہت کی مگر ضعف حافظہ اور عدم استقلالِ طبع سدراہ ہوتا رہا، موصوف کو اس کا شوق بہت ہے یاد بھی جلد کر لیتے ہیں ہیں مگر بھول بھی جلدی جاتے ہیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی نظر عنایت ان پر بہت زیادہ تھی اور بہت بے تکلفی سے رہتے تھے جو بے تکلفی ان سے برتتے رہے اور کے ساتھ عمل میں نہیں آئی۔

آگیا اور وہ بھی اپنے اپنے وطن کو روانہ ہو گئے۔ اس وقت سے ہم کو اپنے کاروبار میں ذرا دقت کا سامنا ہو گیا۔ کیونکہ کوئی شخص کاروبار ضروریہ کا انجام دینے والا نہ رہ گیا تھا۔ مگر مسبب الاسباب ہر قسم کی آسانی پہنچاتا ہے اس کے کچھ ہی عرصہ کے بعد باقی ماندہ ترک اور دوسرے اقوام بھی اپنے اپنے ممالک کو سفر کر گئے جو لوگ کہ التوائے جنگ کے بعد پکڑے گئے تھے وہ اور کچھ دوسرے لوگ باقی رہ گئے وردالہ کا اکثر حصہ فارغ ہو گیا تو ہم کو تقریباً ڈیڑھ ماہ رہنے کے بعد وردالہ سے بھی وال فرسٹہ میں منتقل کر دیا گیا وال فرسٹہ کے کمرے نہایت ہی آرام کے تھے۔ ہر کمرہ میں چار حصے میں نل اور غسل وغیرہ کا سب سامان تھا۔ ایک کمرہ ہم سبھوں کے لئے کافی تھا۔ وہاں سے بھی لوگ۔ آہستہ آہستہ سفر کرتے رہے یہ سب کچھ ہوتا رہا، اور تقریباً پانچ یا چھ ماہ اسیروں کو سفر کرتے گذر گئے۔ مگر ہماری نسبت کوئی خبر نہ آئی یہاں تک کہ پرانے اسراء میں سے فقط دس بارہ آدمی باقی رہ گئے تھے۔ جن میں سے پانچ یا چھ اسٹرین یا جرمنی تھے جو کہ مصر کو جانا چاہتے تھے۔ کیونکہ ان کے متعلقین مصر میں تھے۔ حکومت برطانیہ اُن کو وہاں بھیجنا اپنی مصلحت کے خلاف سمجھتی تھی اور اسی طرح پانچ چھ ترکی آفیسر تھے۔ جو کہ قوم اور وطن کے خائن تھے ایام جنگ میں انگریزوں سے مل گئے تھے۔ وہ اپنے ملک کو دوبارہ ہو جانا نہیں چاہتے تھے۔ وہ بھی مصر جانا چاہتے تھے۔

اسی وال فرسٹہ میں سعید حلیم پاشا سابق صدر اعظم ٹرکی اور ان کے بھائی عباس حلیم پاشا سابق گورنر بورصہ کرنیل جلال بیگ جرنیل علی احسان پاشا۔ جرنیل فخری پاشا۔ خیرالدین آفندی جرنیل محمود پاشا وغیرہ وغیرہ اکابر ٹرکی تھے۔ جن سے اکثر ملاقات ہوتی تھی اور مولانا سے ملنے کے لئے یہ حضرات آیا کرتے تھے۔ آخر کار انتظار کرتے کرتے ہمارے لئے بھی وقت آپہونچا۔

مغرب کے بعد وہاں داخل کر دیا گیا اور دو خیمے دے گئے جن میں رہنا شروع کیا یہاں پر ہمکو سکھوں کے ساتھ رکھا گیا وہ بیچارے عراق سے پکڑے گئے تھے، اور استنبول بھیجنے کے وعدہ پر سویز لائے گئے تھے چونکہ دو تین ماہ سے وہاں پڑے ہوئے تھے۔ ان لوگوں سے مل کر نہایت دلچسپی رہتی تھی۔ نہایت توجہ اور کرم سے پیش آتے تھے۔ مگر عموماً افسر نہایت تنگدستی کی حالت میں تھے۔ کیونکہ ان کی نہ تو تنخواہیں ملتی تھیں نہ ان کو آگے روانہ کیا جاتا تھا فقط کھانے کا انتظام تھا ہمکو بھی یہی دقت پیش آئی چونکہ وہاں بھی چیزیں نہایت گراں آتی تھیں ادھر ہم سے جو پونڈ اسکندریہ میں لیلئے تھے ان کے بدلے ہمکو نوٹ دیئے گئے ساورن نہیں دیگئی۔ ہمنے اصرار بھی کیا مگر ایک نہ سُنی گئی ساورن وہاں پندرہ رپیہ سے زائد کو تھی مگر نوٹ ایک ساورن کا دس کو چلتا تھا سیدی بشر میں اور یہاں سویس میں یہی مقدار کام آئی یہاں اگبوٹ کے انتظار میں ہمکو بہت زمانہ گذارنا پڑا تقریباً پونے دو مہینے گذر جانے کے بعد اگبوٹ کی آمد ہوئی۔

سویس سے روانگی

پانچویں رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۹۲۰ء اتوار کے دن دس بجے صبح کو کیمپ سے روانہ ہوکر آگبوٹ پر پہنچے فسٹ کلاس ہمکو دیا گیا اور کمروں میں اسباب وغیرہ جما دیا گیا اُسی روز شام کو آگبوٹ روانہ ہو گیا ۱۲ ر رمضان المبارک کو اتوار ہی کے دن آگبوٹ عدن پہنچا اور پھر ۲۰ ر رمضان المبارک کو پیر کے دن بمبئی پہنچا ہوا میں (کاتب الحروف) اور مولوی عزیر گل صاحب اکثر اسباب لیکر کنارہ پہنچے اور ہوڑی کو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اور وحید کے لینے کے لئے روانہ کیا اتنی ہی دیر میں بارش ہوگئی دریا میں طوفان آگیا۔

جس کی وجہ سے اس روز حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اور وحید نہ آسکے اگلے دن
بمشکل تمام مولانا کو اُتار اگیا۔ بمبئی پہنچنے پر معلوم ہوا کہ ہم بالکل آزاد ہیں۔ کسی قسم
کی روک ٹوک ہم کو نہیں۔ بمبئی میں آگبوٹ پہنچنے پر سب سے اوّل سی۔ آئی۔
ڈی کا افسر انگریز مع دو تین ہندوستانی افسروں کے جن میں بہاؤالدین صاحب
بھی تھے آئے اُس انگریز نے مولانا سے کہا کہ میں کچھ آپ سے علیحدہ باتیں کرنا
چاہتا ہوں مولانا کمرے میں چلے گئے اُس نے کہا کہ مولوی رحیم بخش یہاں آئے
ہیں آپ بغیر اُن کے ملے ہوئے ہرگز جہاز سے نہ اُتریں یہ کہکر وہ چلا گیا ہمنے
عرصہ تک انتظار کیا آخر کار ہم اسباب لیکر اُتر آئے اُسکے بعد مولوی رحیم بخش
صاحب وہاں پہنچے۔ مولانا سے ملاقات ہوئی معلوم ہوا کہ موصوف گورنمنٹ
کی طرف سے مولانا پر اثر ڈالنے کیلئے بھیجے گئے تھے جس سے مقصد یہ تھا کہ مولانا
یہاں پہنچنے کے بعد سیاسیات میں دلچسپی نہ لیں مگر ایک تو مولانا کچھ اپنے ارادوں
میں کمزور نہ تھے ان کی پختگی گورنمنٹ اور خلافت پر ظاہر ہو چکی تھی۔ ادھر مولوی
صاحب موصوف مہذب تعلیمیافتہ بزرگوں کے دیکھنے والے۔ مولانا کی شدت
عزم و استقلال سے واقف تھے۔ اس لئے وہ کوئی قوی اثر نہ ڈال سکے
اُنھوں نے دھیمی الفاظ استعمال کئے اور جلسوں کی شرکت وغیرہ سے نفرت
ضرور دلائی جلسوں میں جو بے عنوانیاں ہوتی تھیں انکا بھی تذکرہ فرمایا اور اس
پر زور دیا کہ مولانا اُترنے کے ساتھ ہی ریل پر سوار ہو کر دیوبند کو روانہ ہو جائیں
بمبئی میں خلافت والوں کے ہاتھ میں نہ پڑیں اُنھوں نے یہ بھی فرمایا کہ میں آپ
کے قلبی ارادوں اور مذہبی عزائم سے روکنا نہیں چاہتا مگر مناسب یہی معلوم
ہوتا ہے مبادا آپ پر اس ضعیف العمری میں کوئی اور بدظنی گورنمنٹ کو پیدا نہ
ہو جائے۔ مگر وہاں تو بقول شخصے ؏ یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اُتار دے ؎